# زکوٰۃ اور اس کا نفاذ

محمد یوسف گورایہ

**زکوٰۃ کی اہمیت** :۔ ایتاء زکوٰۃ کو تمام انبیاء کی تعلیمات میں اساسی حیثیت حاصل رہی ہے :۔

وجعلناھم ائمۃ یھدون بأمرنا واوحینا الیھم فعل الخیرات واقام الصلوٰۃ وایتاء الزکوٰۃ"[1]
"اور ہم نے انہیں پیشوا بنایا، جو ہمارے حکم سے ہدایت کرتے ہیں اور ہم نے ان پر نیک کام کرنے، نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ دینے کی وحی کی۔"

بعثت محمدیؐ کے بعد مسلمانوں کو مکی عہد ہی میں زکوٰۃ کی تعلیم دے دی گئی تھی :۔

واقیموا الصلوٰۃ وآتوا الزکوٰۃ"[2]
"نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو"

**اسلامی ریاست اور ایتاء زکوٰۃ** : قرآن حکیم میں اسلامی ریاست کے جو فرائض بیان ہوئے ہیں، اقامت صلوٰۃ اور ایتاء زکوٰۃ ان میں سرفہرست ہیں۔

الذین ان مکنّٰھم فی الارض اقاموا الصلوٰۃ و آتوا الزکوٰۃ وامروا بالمعروف ونھوا عن المنکر[3]
"یہ وہ لوگ ہیں کہ اگر ہم ان کو ملک میں تمکن عطا کریں تو وہ نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں اور نیک کاموں کا حکم دیں اور برے کاموں سے روکیں۔"

ہجرت مدینہ کے بعد جب مسلمانوں کو تمکن فی الارض حاصل ہوا تو نظام زکوٰۃ کے باقاعدہ قیام کا حکم نازل ہوا :۔

خذ من اموالھم صدقۃ تطھرھم وتزکیھم بھا وصل علیھم ان صلوتک سکن لھم"[4]
"آپ ان کے مال میں سے زکوٰۃ وصول کیجئے اس کے ذریعے ان کی تطہیر و تزکیہ کیجئے اور ان پر دعا خیر بھیجئے، تحقیق آپ کی دعا ان کے لیے تسکین ہے۔"

**مصارف زکوٰۃ** :۔ قرآن حکیم نے زکوٰۃ کی وصولی کے ساتھ ساتھ اس کے مصارف بھی تفصیل سے بیان کیے ہیں

انما الصدقت للفقراء والمساکین والعاملین علیھا والمؤلفۃ قلوبھم وفی الرقاب والغارمین
"صدقات (زکوٰۃ) تو حق ہے فقراء کا، مساکین کا اور اس پر مامور کارندوں کا اور جن کی تالیف قلب منظور ہو اور غلاموں کو آزاد کرانے میں اور جتاوان بھرنے

وفی سبیل اللہ وابن السبیل ط فریضۃً من اللہ ؐ          اور اللہ کی راہ میں، اور مسافروں کی مدد میں، یہ اللہ کی طرف سے فریضہ ہے"

یہ مصارف فقر و مسکنت، غربت و افلاس، اور معاشی بدحالی کے ہر پہلو پر محیط ہیں۔ اور ان کا انسداد اللہ کی طرف سے اسلامی ریاست پر بطور فریضہ عائد کیا گیا ہے۔

**نصاب زکوٰۃ**: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف اموال کا نصاب زکوٰۃ مقرر فرمایا۔ آپؐ عاملینِ زکوٰۃ کو متعلقہ علاقوں کی طرف روانہ کرتے وقت انہیں نصاب زکوٰۃ پر مبنی تحریری احکام عطا فرماتے تا کہ وہ اس مقررہ نصاب کے مطابق زکوٰۃ کی وصولی کریں۔ آپ کی طرف سے نصاب زکوٰۃ پر مبنی مفصل تحریری ضابطے، حدیث، فقہ، اور تاریخ کی کتابوں میں حضرت عمرو بن حزمؓ اور حضرت معاذ بن جبلؓ کے نام محفوظ ہیں۔(۶)

**سونے کی زکوٰۃ کا نصاب**:۔ بیس مثقال مساوی ساڑھے سات تولے سونے پر پورا ایک سال گذر جانے کے بعد چالیسواں حصہ زکوٰۃ ہے اس سے کم پر زکوٰۃ نہیں۔

**چاندی کی زکوٰۃ کا نصاب**:۔ دو سو درہم مساوی باون تولے چھ ماشے پانچ رتی پر پورا ایک سال گذر جانے کے بعد چالیسواں حصہ زکوٰۃ ہے اس سے کم پر زکوٰۃ نہیں۔

**مال تجارت پر زکوٰۃ کا نصاب**:۔ اس تجارتی مال پر زکوٰۃ فرض ہے جو فروخت کی نیت سے لیا گیا ہو۔ اس کا نصاب مال کی قیمت کے اعتبار سے ہوگا۔ اگر کل مال کی قیمت تقریباً ساڑھے باون تولہ چاندی یا ساڑھے سات تولہ سونے کی قیمت کے برابر ہے یا اس سے زائد ہے تو سال گذر جانے پر اس کا چالیسواں حصہ زکوٰۃ دینا ہوگا۔

**اونٹوں کی زکوٰۃ کا نصاب**:۔ پانچ اونٹوں سے کم پر زکوٰۃ نہیں۔ پانچ یا پانچ سے زائد اونٹوں پر سال گذر جانے کے بعد زکوٰۃ ہے۔ پانچ اونٹوں سے نو اونٹوں تک ایک بکری زکوٰۃ ہوگی۔ دس سے چودہ تک دو بکریاں، پندرہ سے انیس تک تین بکریاں، بیس سے چوبیس تک چار بکریاں، پچیس سے پینتیس اونٹوں پر ایک اونٹنی جس کی عمر کا دوسرا سال شروع ہو چکا ہو۔ چھتیس سے پینتالیس اونٹوں پر ایک اونٹنی جس کا تیسرا سال شروع ہو چکا ہو۔ اسی طرح ایک خاص تعداد کے مطابق زکوٰۃ بڑھتی جائے گی۔

**گائے بھینس کی زکوٰۃ کا نصاب**:۔ تیس سے کم گایوں، بھینسوں پر زکوٰۃ نہیں، تیس گایوں یا بھینسوں پر سال گذرنے پر ایک گائے یا بھینس کا ایک سالہ بچھڑا زکوٰۃ ہے۔ چالیس گایوں بھینسوں پر گائے بھینس کا بچھڑا جس کی عمر

کا تیسرا سال شروع ہو چکا ہو۔ اسی طرح ایک خاص تعداد کے مطابق زکوٰۃ بڑھتی جائے گی۔

**بھیڑ بکری کی زکوٰۃ کا نصاب:۔** چالیس بھیڑ بکریوں سے کم پر زکوٰۃ نہیں، چالیس سے ایک سو بیس بھیڑ بکریوں پر ایک سال گذر جانے کے بعد ایک بھیڑ بکری زکوٰۃ ہوگی۔

**عشر:۔** اسلام کے نظام زکوٰۃ میں عشر اس مد کے لئے مخصوص ہے جو زمین (کھیتوں، باغات وغیرہ) کی پیداوار سے ادا کی جاتی ہے۔ اس کا نصاب کل پیداوار کا دسواں اور بعض صورتوں میں بیسواں حصہ مقرر ہے۔ عشر کی فرضیت پر زکوٰۃ کے عمومی دلائل کے علاوہ قرآن حکیم کی درج ذیل آیات خاص دلائل کے طور پر پیش کی جاتی ہیں:

وآتوا حقہ یوم حصادہ[۷] "کھیتی کے کٹنے کے دن اس کا حق ادا کرو"

اس آیت میں حضرت عبداللہ ابن عباسؓ اور حضرت سعید بن جبیرؒ نے "حقہ" کا مفہوم عشر اور نصف عشر مراد لیا ہے۔[۸]

یا ایھا الذین آمنوا انفقوا من طیبٰت ما کسبتم "اے ایمان والو! خرچ کرو اپنی نیک کمائی سے اور اس میں سے

ومما اخرجنا لکم من الارض[۹] جو ہم نے تمہارے لئے زمین سے پیدا کیا ہے۔"

اس آیت میں "ومما اخرجنا لکم من الارض" سے عشر مراد لیا گیا ہے۔

**عشر کا نصاب:۔** قرآن مجید کی ان آیات سے عشر کا مفہوم ملتا ہے مگر عشر کے بارے میں تفصیلی احکام احادیث رسول اللہ ﷺ میں موجود ہیں۔ ان کے مطابق بارش (قدرتی) نہروں، چشموں وغیرہ سے سیراب ہونے والی زمینوں کی پیداوار میں سے دسواں حصہ لیا جاتا ہے۔ اور جو رہٹ وغیرہ سے سیراب ہونے والی زمینوں کی پیداوار میں سے بیسواں حصہ لیا جاتا ہے۔

فیما سقت السماء والعیون او کان عثریا العشر جس زمین کو بارش یا چشموں کا پانی سیراب کرے یا خود بخود بارش کے

وما سقی بالنضح نصف العشر[۱۰] پانی سے سیراب ہو اس میں عشر ہے اور جس زمین کو کنوئیں سے سیراب کیا جائے اس میں نصف عشر ہے۔

نصاب عشر کی اس عمومی حکم کی مزید وضاحت ناپ تول کے پیمانہ "وسق" سے کی گئی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لیس فیما اقل من خمسۃ اوسق صدقۃ[۱۱] "پانچ وسق سے کم پر زکوٰۃ نہیں۔"

ایک وسق ساٹھ صاع کا اور ایک صاع چار مد کا ہوتا ہے۔ عموماً صاع کا وزن ڈھائی سیر سے پونے چار سیر تک بتایا گیا ہے۔ ڈھائی سیر کے اعتبار سے پانچ وسق تقریباً ۱۹ من ہوتے ہیں، جبکہ پونے چار سیر کے اعتبار سے ۲۸

مقدار تقریباً اٹھائیس من ہو جاتی ہے۔ نصاب عشر کی حکمت یہ بتائی گئی ہے کہ پانچ وسق کی قیمت دو سو درہم تھی

وتاویل مارویاہ زکوٰۃ التجارۃ لانہم کانوا یتبایعون بالاوساق وقیمۃ الوسق اربعون درہماً۔ (۱۴)

زکوٰۃ و عشر کے نصاب کی تعیین میں گہری حکمت پنہاں ہے۔ جس مال کی پیدائش براہ راست قدرت سے ہوتی ہے اور اس میں انسان کا کوئی دخل نہیں ہوتا اس میں زکوٰۃ کی مقدار سب سے زیادہ رکھی گئی ہے۔ پھر جس مال کی پیدائش میں انسان کا تھوڑا بہت دخل ہوتا ہے اس میں مقدار کم کر دی گئی ہے۔ اس قاعدے کے مطابق جس پیداوار میں انسان کی محنت و سرمایہ جتنا بڑھتا جائے گا اس کی نسبت سے اس کی مقدار میں کمی ہوتی جائے گی۔

معادن (کانوں) اور قدیم دفینوں کی پیداوار میں انسان کی محنت کو زیادہ دخل نہیں اسی لئے ان کی مقدار زکوٰۃ سب سے زیادہ یعنی کل کا پانچواں حصہ ہے۔ بارش کے پانی سے سیراب ہونے والی زمین جس پر ہل چلانا، بیج ڈالنا، دیکھ بھال کرنا، کاٹنا اور گاہنا شامل ہے اس میں معادن و خزائن کی زکوٰۃ کا آدھا یعنی دسواں حصہ مقرر کیا گیا ہے۔ وہ اراضی جن کی آبپاشی کے لئے کنویں اور نہریں کھودنے پر محنت اور خرچ اور بڑھ جاتا ہے ان پر بیسواں حصہ کر دیا گیا ہے۔ زمین کے علاوہ سونا، چاندی، مال تجارت وغیرہ کی کمائی میں انسانی محنت و عمل کو اس سے بھی زیادہ دخل ہے اس لئے اس کی زکوٰۃ کا چالیسواں حصہ مقرر کیا گیا ہے۔ اور یہی حکمت مویشی کی زکوٰۃ میں مضمر ہے۔

**نظام زکوٰۃ کا قیام**:۔ مصارف و نصاب زکوٰۃ کی تعیین کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نظامِ زکوٰۃ کے قیام کا اہتمام فرمایا۔ آپ نے جزیرۃ العرب کو مختلف انتظامی حصوں میں تقسیم فرما کر ان پر عمال مقرر فرمائے۔ ان عاملین زکوٰۃ میں سے چند معروف کے اسمائے گرامی حسب ذیل ہیں

حضرت علیؓ، حضرت معاذ بن جبلؓ، حضرت ابو موسیٰ الاشعریؓ، حضرت عمرو بن حزمؓ، حضرت عتاب بن اسیدؓ، حضرت حارث بن عبد المطلب، حضرت العلاء بن الحضرمی رضی اللہ عنہم۔

یہ حضرات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تربیت یافتہ تھے۔ خدا، قرآن اور قیامت پر دل کی گہرائیوں سے ایمان رکھتے تھے۔ کتاب و سنت کی تعلیمات پر دل و جان سے فدا اور ان پر عمل کرنے اور حکمت و دانائی سے ان کے نفاذ کے لئے بے چین و بے قرار تھے۔ انسانیت کی دینی و دنیاوی فلاح و بہبود اسلام کی اساسی تعلیمات میں سے ہے

اور نظامِ زکوٰۃ، فقر و مسکنت اور غربت و افلاس کے انسداد کا انتہائی مؤثر ذریعہ ہے۔

**نتائج** :۔ یہ تفصیل کسی منصوبہ یا اسکیم کی نہیں، بلکہ بیان ہے اس نظام کا جو تاریخ کے نصف النہار میں اپنی تمام تفصیلات کے ساتھ عملاً قائم ہوا۔ جس کے انمٹ نقوش تاریخ کے اوراق پر ثبت ہیں اور تا قیامت اقوام و ملل کے لئے اسوۂ و نمونہ کا کام دیتے رہیں گے۔

عہدِ رسالت میں نظامِ زکوٰۃ اپنی تمام تفصیلات و جزئیات کے ساتھ باقاعدہ طور پر تقریباً ۹ھ میں نافذ ہوا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال تک صرف ایک سال میں اس کے جو اثرات و نتائج مترتب ہوئے، اس کی تفصیل مشہور سیرت نگار ابن سید الناس نے اپنی معروف تالیف "عیون الاثر فی فنون المغازی والشمائل والسیر" میں بیان کی ہے، اس نے جزیرۃ العرب کے ایسے بہت سے قبائل کا ذکر کیا ہے جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے عاملین مقرر فرما کر نظامِ زکوٰۃ نافذ فرمایا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر قبیلے میں ایک عامل مقرر فرمادیتے تھے۔ جو اس قبیلے کے فقراء و مساکین اور دیگر حاجتمندوں کی فہرست تیار کرتے اور قبیلے کے خوش حال افراد اور اصحاب نصاب سے جمع ہونے والی زکوٰۃ ان میں تقسیم کر دیتے۔ اس طرح وہ انہیں فقر و فاقہ پر قابو پانے میں مدد دیتے، اس حکمت عملی سے محتاج و فقیر مستقل طور پر بھکاری رہنے کے بجائے خود کفیل ہو کر اپنے پاؤں پر کھڑے ہو تے گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قائم کئے ہوئے اس نظام کو خلفائے راشدین نے بھی جاری رکھا۔ اور قلیل ترین مدت میں اس کے جو انتہائی مفید اور کامیاب نتائج برآمد ہوئے وہ تاریخ عالم میں اپنی مثال آپ ہیں۔

عہدِ رسالت اور عہدِ خلافت راشدہ کے دوران میں ربع مسکون کا ایک بڑا حصہ فتح ہوا اور مفتوحہ ممالک عرب عراق، شام، ایران، لبنان، فلسطین، مصر، شمالی افریقہ، سے فقر و فاقہ کا کامیاب حد تک انسداد کر دیا گیا۔ نظام زکوٰۃ کے ذریعے اسلام کے معاشی انقلاب پر متعدد کتابیں لکھی گئیں۔ جن میں امام ابو یوسف کی کتاب الخراج، امام یحییٰ بن آدم کی کتاب الخراج اور امام ابو عبید القاسم بن سلام کی کتاب الاموال خاص طور پر قابل ذکر ہیں بلکہ دیگر ممالک کے، یمن میں نظام زکوٰۃ کے ذریعے غربت و افلاس، فقر و مسکنت اور احتیاج و رقابت جیسے معاشی مسائل کو جس طرح حل کیا گیا امام ابو عبید نے اس کی تفصیلات محفوظ کی ہیں۔

یمن نو ہجری میں فتح ہوا۔ حضرت معاذؓ بن جبل عامل مقرر ہوئے اور حضرت عمرؓ کے عہد تک اس عہدے پر

فائز رہے۔ عہدِ رسالت سے عہدِ فاروقی تک چار سال کے مختصر عرصہ میں نظامِ زکوٰۃ کے ذریعے آپ نے جو معاشی انقلاب بپا کیا اس کی تفصیل ملاحظہ ہو۔ عہدِ فاروقی کے پہلے سال کے اختتام پر اپنے علاقے سے جمع شدہ کل زکوٰۃ کا ایک تہائی حصہ مرکزی حکومت کو بھجوایا۔ حضرت عمرؓ نے جواب طلبی کی "میں نے تمہیں مال جمع کرنے یا جزیہ وصول کرنے کے لئے نہیں بھیجا۔ تمہارا تقرر اس لئے ہوا کہ وہاں کے خوشحال لوگوں سے زکوٰۃ وصول کر کے وہاں کے فقراء پر لوٹا دو" حضرت معاذؓ نے جواب دیا "میں نے جو کچھ آپ کے پاس بھیجا ہے وہ مقامی ضرورت مندوں کی ضروریات پوری کرنے کے بعد بھیجا ہے" دوسرے سال کل زکوٰۃ کا نصف بھیج دیا۔ پھر جواب طلبی ہوئی آپ نے پھر وہی جواب دیا۔ تیسرے سال حضرت معاذؓ نے زکوٰۃ کی کل آمدنی مرکز کو بھجوا دی اور ساتھ ہی کہلوا بھیجا کہ "اب یہاں مجھے ایک بھی ایسا شخص نہیں ملتا جو زکوٰۃ کے مال کا محتاج ہو"(۱۳)۔

<u>طریقِ کار</u> :- نظامِ زکوٰۃ و عشر کے ذریعے معاشی مسئلے کے حل اور اس کے بے مثال نتائج کے پس منظر کو سمجھنے کے لئے اس ماحول کو جاننا ضروری ہے جس میں یہ انقلاب آفریں نظام نافذ ہوا تھا۔

مصارف زکوٰۃ والی تفصیلی آیت کے آخر میں ایک انتہائی قابلِ غور جملہ "فریضۃ من اللّٰہ" موجود ہے۔ جس سے مصارف زکوٰۃ کی فرضیت ثابت ہوتی ہے اسی طرح "خذ من اموالہم صدقۃ" سے زکوٰۃ کی وصولی کی فرضیت ثابت ہوتی ہے، جس کی رو سے مسلمانوں پر فریضہ عائد ہوتا ہے۔ کہ وہ اسلامی حکومت کی موجودگی میں زکوٰۃ کی ادائیگی صرف حکومت کو کریں۔ اس حکم کے تحت خلیفہ اوّل حضرتِ ابوبکر صدیقؓ نے حکومت کو زکوٰۃ ادا نہ کرنے والوں کے خلاف اعلانِ جہاد کیا اور فرمایا "واللّٰہ لاقاتلن من فرق بین الصلوٰۃ والزکوٰۃ"(۱۴)

آپ نے یہ اعلان اس وقت فرمایا جب آنحضرت صلی اللّٰہ علیہ وسلم کے وصال پر بعض عرب قبائل نے باقی ارکان دین تو پہلے ہی ادا کرتے رہنے کا یقین دلایا مگر زکوٰۃ حکومت کو ادا کرنے کی بجائے اپنے طور پر جمع و تقسیم کرنے کی تجویز پیش کی جو دراصل نظامِ زکوٰۃ میں ایک ترمیم کے مترادف تھی۔ تاریخِ اسلام سے آگاہ حضرات ان سنگین و نازک ترین حالات سے بخوبی آگاہ ہیں جن کا خلافتِ راشدہ کو وصالِ رسالتمآب کے بعد سامنا کرنا پڑا تھا۔ مگر حضرت ابوبکرؓ کی عظمت و فضیلت کا راز بھی حالات کی اس سنگینی و نزاکت ہی میں پنہاں ہے کہ آپ نے سیاست کی خاطر دین میں ترمیم قبول کرنا گوارا نہ فرمایا اور اعلان کر دیا :

"اگر ان لوگوں نے اس نظام زکوٰۃ میں رتی بھر ردو بدل کرنے کی کوشش کی اور جو کچھ یہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ادا کرتے تھے اس میں سے مجھے اونٹ کے پاؤں سے باندھی جانے والی ایک رسی بھی دینے سے انکار کیا تو میں ان کے خلاف بحیثیت سربراہِ حکومت جہاد کروں گا۔"(۱۵)

عہد خلافتِ راشدہ کے بعد "فریضۃ من اللہ" اور "خذ من اموالھم صدقۃ" کے اس پہلو کو بالعموم نظر انداز کیا گیا کہ یہ فریضہ یک طرفہ نہیں دو طرفہ ہے۔ ان کے مطابق جہاں اصحاب نصاب مسلمانوں پر یہ فرض عائد ہوا کہ وہ زکوٰۃ کی ادائیگی صرف حکومت اسلامیہ کو کریں وہاں حکومت پر یہ فریضہ عائد ہوا کہ وہ مصارف زکوٰۃ کے ذریعے فقر و مسکنت اور غربت و افلاس کا مکمل طور پر انسداد کرے۔

اسلام نے زکوٰۃ کی وصولی کے سلسلے میں حکومت کو اتنے وسیع اختیارات اس لئے دیئے ہیں تاکہ اسے مالی وسائل کی کمی کا عذر نہ رہے۔ لیکن اتنے وسیع اختیارات کے باوجود اگر حکومت فقر و مسکنت، غربت و افلاس، تنگدستی و محتاجی، جہالت و بیماری کا سدباب نہیں کرتی تو ایسی حکومت اللہ تعالیٰ کے ہاں مجرم قرار پاتی ہے اور اگر حکومت اسلامیہ کی موجودگی میں مسلمان زکوٰۃ کی ادائیگی حکومت کو نہیں کرتے تو وہ حکومت کے مجرم قرار پاتے ہیں۔ ان کے خلاف حکومت کو مکمل اختیار ہے کہ وہ ایسے باغیوں کی پوری قوت کے ساتھ سرکوبی کرے۔

حکومت کو فقر و فاقہ کے خلاف پوری قوت استعمال کرنی چاہیئے۔ کیونکہ غربت و افلاس کو باقی رکھنا اور نظام زکوٰۃ نافذ نہ کر کے مسلمانوں کو مسلسل محتاج و مقروض رکھنا شیطان کے ساتھ تعاون اور اس کے عہد کی پاسداری کرنا ہے کیونکہ یہ شیطان کا عہد ہے کہ وہ انسانوں کو غربت و افلاس میں مبتلا رکھے گا اور انہیں منکر و فحشاء کا حکم دے گا:۔ الشیطان یعدکم الفقر و یامرکم بالفحشاء(۱۶) "شیطان وعدہ دیتا ہے تم کو تنگدستی کا اور حکم کرتا ہے بے حیائی کا"

مفلس و نادار لوگوں کو آسانی سے ایسے کاموں پر لگایا جا سکتا ہے جن سے معاشرہ میں فساد بپا ہو۔ چوری ڈاکہ، اغوا، زنا و دیگر فواحش و منکرات اسی شیطانی منبع سے جنم لیتے ہیں۔ اور ان کے مقابلے میں فقر و مسکنت کا مکمل طور پر ازالہ کرنا اور نظام زکوٰۃ رائج کر کے مسلمانوں میں فضل و خوشحالی لانا اللہ تعالیٰ کے عہد کی پاسداری کرنا ہے۔ کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کا عہد ہے کہ وہ اپنے بندوں کو اپنے فضل سے زیادہ دے گا اور اپنی مغفرت سے انہیں فلاح و بہبود اور ترقی و خوشحالی سے نوازے گا:۔

واللہ یعدکم مغفرۃ منہ وفضلاً واللہ واسع علیم۔[17] "اور اللہ وعدہ دیتا ہے تم کو اپنی بخشش اور فضل کا اور اللہ بہت کشائش والا ہے سب کچھ جانتا ہے"۔

عاملین زکوٰۃ ہمیشہ اس حکم کو سامنے رکھتے کہ اللہ کی طرف سے ان پر یہ فریضہ عائد ہے کہ وہ اپنے علاقوں سے غربت وافلاس کا مکمل انسداد کریں اور اس کام میں کسی قسم کی کوتاہی نہ کریں۔ اور جب تک فقر و مسکنت ان کے حدود اختیار سے ختم نہیں ہو جاتی وہ ہنگامی بنیادوں پر اس کے خلاف مصروف پیکار رہیں۔

اسلام کے نزدیک مالی، مادی اور معاشی ترقی وخوشحالی کی بنیاد پر فقط ایک لادینی فلاحی مملکت کا قیام فی نفسہٖ کوئی زیادہ اہمیت کا حامل نہیں، اسلام میں مادی توشحالی کا مقصود مسلمانوں کو پاکیزہ اخلاق بنانا اور ان کے نفوس کا تزکیہ کرنا اور انہیں امن وسکون اور چین وسلامتی فراہم کرنا ہے۔

خذ من اموالھم صدقۃ تطھرھم وتزکیھم بھا وصل علیھم ان صلوتک سکن لھم واللہ سمیع علیم۔[18] "لے ان کے مال میں سے زکوٰۃ تاکہ تو انہیں پاک کرے اور ان کا تزکیہ نفس کرے اور انہیں دعا دے بے شک آپ کی دعا ان کے لئے تسکین ہے اور اللہ جانتا اور سنتا ہے"۔

اس آیت میں زکوٰۃ کی غایت بیان ہوئی ہے اور انہی اغراض ومقاصد کا حصول عاملین زکوٰۃ کے فرائض منصبی تھے۔ اس میں واضح طور پر حکومت اسلامیہ کو مکمل اور وسیع اختیارات کے ذریعے زکوٰۃ وصول کرنے کا حکم موجود ہے۔ "خذ من اموالھم صدقۃ" اور اس آیت میں پوری وضاحت اور تفصیل کے ساتھ مقاصد زکوٰۃ موجود ہیں۔ "تطھرھم و تزکیھم بھا وصل علیھم ان صلوتک سکن لھم" اب اگر زکوٰۃ کو عام ٹیکس قرار دے دیا جائے اور اس کی وصولی پر مامور کارندے فقط رقوم وفصول کی جمع تک محدود ہو کر رہ جائیں یا زیادہ سے زیادہ یہ کریں کہ جمع کردہ رقوم میں سے کچھ علاقے کے غریبوں، مسکینوں، بیواؤں، معذوروں اور محتاجوں میں تقسیم کر دیں تو یہ قرآنی احکام کی بجاآوری کی بجائے ان کی تضحیک ہوگی۔ قرآن بہتر سے بہتر اور خوب سے خوب تر انسان بنانے کا متمنی ہے۔ اور ایسا اس وقت تک ممکن نہیں جب تک عاملین زکوٰۃ خود ان اوصاف حمیدہ اور صفات عالیہ کے مجسمہ نہ ہوں، جو اوصاف و صفات وہ اپنے علاقے کے مسلمانوں میں پیدا کرنا چاہتے ہوں۔

جو ملک وملت اور قوم ومعاشرہ ایسے عاملین زکوٰۃ پیدا کرلے وہ پوری قوم کی تطہیر، تزکیہ اور تسکین کر

سکتا ہے اور جس ملک و قوم کے سامنے محض مادی اور مالی خوشحالی ہو اس کے لئے بہتر ہے کہ وہ قرآنی احکام کا نام لئے بغیر عام مادی روش پہ چل کر ملک میں فلاحی مملکت کے قیام کا پروگرام مرتب کرے۔

عہدِ رسالت اور عہدِ خلافتِ راشدہ میں ایک انتہائی قلیل مدت میں جو معاشی عدل و انصاف کا انقلاب بپا ہوا وہ کافی حد تک عاملینِ زکوٰۃ کے ذاتی کردار و اخلاق کا مرہونِ منت تھا۔ عاملین اپنے فرائضِ منصبی کی انجام دہی میں عند اللہ و عند الناس مسئولیت کے احساس کو پوری ذمہ داری کے ساتھ ہر وقت محسوس کرتے تھے۔

کتاب و سنت کی پیروی اور ان کے احکام کی اتباع میں وہ شب و روز مصروف و مشغول رہتے۔ شک و ریب کی صورت میں ایقان و اطمینان حاصل کرتے، صحیح اور مستند احکام پر عبور ان کا طرۂ امتیاز تھا۔ راتوں کو خالق کی بارگاہ میں جاگنا اور دن کو اس کی مخلوق کی خدمت میں بے چین و بے قرار رہنا ان کا امتیازی وصف تھا۔ "رہبان باللیل و فرسان بالنھار" ان کی امتیازی شان تھی۔ اسی احساسِ ذمہ داری اور ذہن، زبان اور ضمیر کی مسئولیت کے پیشِ نظر اسلامی حکومت کے فرائضِ منصبی پر فائز ہونے والے عہدہ داروں، بالخصوص عہدۂ قضا سے منسلک ہونے والوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہمیشہ سامنے رکھنا چاہئے:۔ من جعل قاضیا بین الناس فقد ذبح بغیر سکین"۔ (۱۹) "جسے لوگوں پر منصف مقرر کیا گیا اسے گویا چھری کے بغیر ذبح کیا گیا"۔

فرائضِ منصبی کی صحیح صحیح بجا آوری کے احساس کی یہ انتہا ہے۔ اسی لئے حضرت عمر فاروقؓ نے فرمایا تھا: والذی بعث محمدًا بالحق لو ان جملا ھلک ضیاعا بشط الفرات خشیت ان یسأل اللہ عنہ آل الخطاب"۔ (۲۰) "اس اللہ کی قسم جس نے محمدؐ کو حق کے ساتھ بھیجا اگر ایک اونٹ دریائے فرات کے کنارے (بھوک سے) مر گیا تو مجھے اس بات کا اندیشہ ہے کہ آلِ خطاب کو اس کا جوابدہ ہونا پڑے گا"۔

اس سلسلے میں زکوٰۃ و عشر سے وابستہ حضرات سرورِ کائنات سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہمیشہ اپنے سامنے رکھیں:۔

ابو حُمید ساعدی کہتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے ایک شخص کو کسی علاقہ کا والی بنایا۔ جب وہ آیا تو کہنے لگا "یہ تمہارا ہے اور یہ مجھے ہدیۃً دیا گیا ہے" اس پر رسول اللہ نے کھڑے ہو کر اللہ کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا "ہمارے مقرر کردہ والی نے یہ کونسا ڈھنگ اختیار کیا ہے کہ وہ کہتا ہے "یہ تمہارا ہے اور یہ مجھے ہدیہ دیا گیا ہے" اگر یہی بات ہے تو ذرا

وہ اپنے ماں باپ کے گھر بیٹھ کر دیکھے کہ وہاں اسے ہدایا پیش کئے جاتے ہیں یا نہیں؛ قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمد کی جان ہے تم میں سے جو بھی لوگوں سے کوئی چیز لائے تو روز قیامت وہ اسے اپنی گردن پر لادے ہوئے آئے گا۔ اونٹ ہوگا تو وہ بلبلا رہا ہوگا، گائے ہوگی تو وہ ڈکار رہی ہوگی، بکری ہوگی تو وہ ممیا رہی ہوگی۔ پھر آپ نے اپنے ہاتھ اوپر اٹھائے تا آنکہ ہمیں آپ کی بغلوں کی سفیدی نظر آنے لگی۔ اور آپ نے فرمایا" اے اللہ! کیا میں نے اپنا فریضہ تبلیغ ادا کر دیا۔ اے اللہ! کیا میں نے لوگوں کو تعلیم دین پہنچا دی؟"[۲۱]

## عہد حاضر میں نفاذ زکوٰۃ

نظام زکوٰۃ صدیوں معطل رہنے کے بعد دوبارہ نفاذ کے مراحل سے گزر رہا ہے۔ متعدد اقدامات کئے جا چکے ہیں۔ مزید متوقع ہیں۔ درپیش مسائل میں سے سب سے بڑا مسئلہ یہ ہے کہ مسلمان عوام کو کیسے اعتماد میں لیا جائے کہ جو ظالمانہ معاشی نظام ان پر مسلط ہے نظام زکوٰۃ کے نفاذ کے بعد ملک میں اس کی جگہ عدل و انصاف پر مبنی نظام قائم ہو جائے گا۔ اور انہیں معاشی تحفظ میسر آجائے گا۔ وہ موجودہ نظام مال کی جگہ نیا معاشی نظام دیکھنے کے متمنی ہیں اور یہ جاننا چاہتے ہیں کہ نظام زکوٰۃ و عشر مروجہ نظامِ مال اور بینکنگ سے کس طرح مختلف ہوگا۔ جہاں تک ان مسائل پر نظری مباحث کا تعلق ہے۔ ان پر تحریری و تقریری مواد کی کمی نہیں۔ سوال نظامِ زکوٰۃ و عشر کے عملی نفاذ کا ہے اور عملی نفاذ بھی ایسا جس سے مسلمان رہتے ہوئے بلکہ پہلے سے بہتر مسلمان ہوتے ہوئے وہ مادی خوشحالی سے ہمکنار ہوں۔

اسلام انتہائی حکیمانہ انداز میں ہر مسئلے کو بتدریج حل کرنے کی تلقین کرتا ہے" ادع الی سبیل ربک بالحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ"[۲۲]۔ اس اصول کے پیش نظر سب سے بڑی اور اہم ذمہ داری عاملین زکوٰۃ پر عائد ہوتی ہے، اگر وہ مروجہ اصطلاح کے مطابق اپنے عہدہ کو ذریعہ معاش، عزت، شہرت اور عظمت کی بجائے طاعتِ خالق و خدمت خلق، حقوق اللہ اور حقوق العباد کی عظیم ذمہ داری محسوس کریں اور سمجھیں کہ امت کی طرف سے صدیوں بعد ایک اہم ترین اسلامی فریضہ کو کامیاب بنانے کی ذمہ داری انہیں سونپی گئی ہے اور اس کی کامیابی و ناکامی کا دارومدار ان کی ذات پر ہے تو خشتِ اوّل کی صحت کی بنیاد پر زکوٰۃ کے نام سے معرض وجود میں آنے والا نظام یقیناً کامیاب ہوگا۔ اس کے لئے فقط احساس ذمہ داری کافی نہیں بلکہ جیسا کہ اوپر بیان ہوا اس کے لئے اللہ و رسول

پر جان نثاری کے لئے تیار ہونا سب سے پہلی شرط ہے۔ اسلام پر کامل ایمان کے بغیر عاملین زکوٰۃ ایک عام معاشی نظام کے کارندے متصور ہوں گے۔ اسلامی نظام زکوٰۃ کے کارندے ہونے کی حیثیت سے انہیں سب سے پہلے تجدید ایمان (یا ایھا الذین آمنوا آمنوا)[۲۲] ذاتی تطہیر اور تزکیۂ نفس سے کام لینا پڑے گا۔ انہیں اپنے دل سے عہد و پیمان کرنا ہوگا کہ وہ نظام مصطفےٰ کے کارندے ہیں۔ انہیں امانت، دیانت، صداقت اور خلوص کے ساتھ ساتھ اہلیت، قابلیت اور صلاحیت پیدا کرنا ہوگی۔

نظام زکوٰۃ میں کام کرنے والوں کی کامیابی کا دارومدار اس بنیادی نقطہ پر بھی ہے کہ فقر و مسکنت میں مبتلا لوگوں کو ان کی مشکلات و مصائب پر قابو پانے میں مدد دینے کی صلاحیت رکھتے ہوں۔ اور تھوڑے عرصے میں انہیں خود کفیل بنانے کی قابلیت کے مالک ہوں اس سلسلے میں اسوۂ رسول اللہ کو انہیں روشنی کے مینار کی طرح اپنے سامنے رکھنا ہوگا کبار محدثین ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ، نسائی نے روایت کی ہے کہ :۔

"انصار میں سے ایک شخص سائل کی حیثیت سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے دریافت فرمایا کیا تیرے گھر میں کوئی چیز ہے؟ اس نے عرض کیا: ہاں! ایک بچھونا ہے جس کا کچھ حصہ ہم اوڑھ لیتے ہیں اور کچھ بچھا لیتے ہیں۔ ایک پیالہ ہے جس میں ہم پانی پیتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: دونوں چیزیں میرے پاس لاؤ وہ شخص دونوں چیزیں لے آیا۔ رسول اللہ نے دونوں چیزیں اپنے ہاتھوں میں پکڑ لیں اور فرمایا: یہ دونوں چیزیں کون خریدے گا؟ ایک شخص نے کہا! میں یہ دونوں ایک درہم کے عوض خریدتا ہوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی ایک درہم سے زیادہ بولی دیتا ہے۔ آپ نے دو یا تین بار یہ بات دہرائی۔ ایک شخص نے کہا: میں یہ دونوں چیزیں دو درہم کے عوض خریدتا ہوں۔ آپ نے دو درہم کے عوض دونوں چیزیں اسے دے دیں اور دونوں درہم انصاری کے حوالے کئے اور فرمایا! ان میں سے ایک کا غلہ خرید کر گھر والوں کو دو اور دوسرے کا کلہاڑا خرید کر میرے پاس لاؤ۔ اس نے ایسا ہی کیا، آپ نے اس سے کلہاڑا لے کر اس میں اپنے ہاتھ سے دستہ جما دیا اور فرمایا: جاؤ لکڑی کاٹو اور بیچو، میں تمہیں پندرہ روز تک نہ دیکھوں۔ وہ شخص چلا گیا۔ لکڑی کاٹتا اور بیچتا رہا اور جب آیا تو دس درہم کما چکا تھا۔ آپ نے فرمایا: ان میں سے چند درہم کا غلہ اور چند کے کپڑے خرید لو۔ پھر آپ نے سمجھایا کہ ایسے (خود کما کر کھانا) تیرے لئے بہتر ہے بہ نسبت اس کے کہ تو قیامت کے روز اس حال میں آئے کہ

سوال تیرے چہرے پر داغ کی طرح نمایاں ہو۔"(۲۴)

یہ واقعہ عاملینِ زکوٰۃ کے سامنے ایک ابدی اور سرمدی رہنما اصول کی طرح ہر وقت رہنا چاہیئے۔ اس سے یہ نتیجہ خود بخود سامنے آتا ہے کہ اگر حکومتِ وقت کو یہ اختیار رہے کہ وہ کسی کے ذاتی مال میں تعمیری تصرف کر سکے تو وہ مال جو دوسروں کے مال سے حاصل کیا جائے اس کے بہتر و تعمیری استعمال کی ہدایت کرنے کا جواز حکومت کے لیے بدرجہ اولیٰ موجود ہے۔ اگر عہد حاضر کے عاملینِ زکوٰۃ اس رہنما اصول کو اپنا لیں تو وہ بھی انتہائی قلیل مدت میں مفلس و محتاج لوگوں کی مدد کر کے بہت جلد ملک کی ایک کثیر تعداد کو معاشی طور پر خود کفیل بنا سکتے ہیں۔ آج کے عاملین زکوٰۃ کو مشینی دور کی سہولت حاصل ہے آج صنعت و زراعت میں اتنا تنوع پایا جاتا ہے کہ معاش کے مختلف ذرائع پیدا کر کے بے شمار لوگوں کو آسانی کے ساتھ وسائلِ روزگار مہیا کیے جا سکتے ہیں۔ نظامت ہائے زکوٰۃ و عشر، معاشرتی بہبود، دیہی ترقیاتی مراکز و دیگر ادارے مل کر صرف ایک پانچ سالہ منصوبہ کے اندر اندر فقر و مسکنت سے نجات حاصل کر سکتے ہیں۔

اسلامی علوم و تاریخ سے آگاہ حضرات واقف ہیں کہ اسلام میں ہجرت کو کیا اہمیت حاصل ہے۔ مگر معاشی نقطۂ نظر سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس حکم پر شاید پوری توجہ نہیں دی گئی "لا ہجرۃ بعد الفتح" فتح مکہ کے بعد مدینہ کی طرف ہجرت نہ کی جائے۔ یہ نبی آخر الزمان، ختم الرسل، اور رحمۃ للعالمین کی دور بینی، بصیرت، معاشی اور تاریخی عوامل پر عبور کا زندہ شاہکار ہے۔ فتح مکہ تک اگرچہ سیاسی نقطۂ نظر سے مدینہ کی طرف ہجرت کرنا انتہائی ضروری تھا مگر فتح مکہ کے بعد اب ہجرت فائدہ کی بجائے معاشی اور تمدنی نقطۂ نظر سے نقصان دہ تھی۔ کیونکہ آپؐ ملک کے مختلف اطراف و اکناف سے وسیع پیمانے پر آبادی کی نقل مکانی کے مضر اثرات سے آگاہ تھے اور جانتے تھے کہ اس سے کس قسم کے سیاسی، اقتصادی، تمدنی، تہذیبی، اخلاقی، اور تعلیمی مسائل جنم لے سکتے ہیں۔ اس لئے جیسے ہی فتح مکہ کے بعد سیاسی حالات سازگار ہوئے آپ نے فوری طور پر آبادی کی نقل مکانی کو روک دیا۔ اور اس کی جگہ زکوٰۃ و عشر کا نظام نافذ کر دیا۔ اس سے دو فائدے حاصل ہوئے۔ ایک تو یہ کہ مدینہ منورہ پر گنجائش سے زیادہ آبادی کا بوجھ نہ پڑا۔ دوسرے یہ کہ دیہات و قریٰ و قصبات کی آبادی خلل سے بچ گئی۔ کیونکہ ایسے مقامات پر کسان، ہنرمند کاریگر اور دوسرے لوگ ایک دوسرے کے ساتھ باہمی تعاون کی بنیاد پر کام کرتے ہیں اور ایک مربوط نظام معاشرت

میں رہتے ہیں۔ اگر اس جگہ سے آبادی کی نقل مکانی شروع ہو جائے تو زراعت وصنعت فوری طور پر متاثر ہوتی ہے۔ جس کا براہ راست اثر ملکی معیشت پر پڑتا ہے۔

پاکستان میں دیہات سے شہروں کی طرف وسیع پیمانے پر آبادی کی نقل مکانی ایک سنگین مسئلہ کی حیثیت اختیار کر گئی ہے۔ اور اگر اس مسئلہ کا حل مسئلہ کی جگہ یعنی دیہات میں بہت جلد نہ تلاش کیا گیا تو اندیشہ ہے کہ صورت حال قابو سے باہر ہو جائے گی۔

شاید اتنی بڑی نیکی نظامت زکوٰۃ کے حصہ میں آنے والی ہو۔ اگر نظامت زکوٰۃ وعشر کتاب وسنت کی تعلیمات کے پیش نظر صحیح معنوں میں نظام زکوٰۃ کے نفاذ کے لئے منصوبہ بندی کر سکے، اور اس کے عاملین اپنے حسن کردار و کارکردگی سے عوام کا اعتماد حاصل کر لیں تو امید کی جا سکتی ہے کہ حکومت کی طرف سے قانون بنائے بغیر دیہات سے وسیع پیمانے پر نقل مکانی خود بخود رک جائے اور دیہات کے لوگوں کو اپنے گھر میں ہی روزگار میسر آ جائے۔ نہ شہروں میں مصنوعی اور خود ساختہ مسائل پیدا ہوں اور نہ دیہات کی آبادی میں خلل پیدا ہو۔

## حواشی ومراجع

(۱) قرآن سورۃ الانبیاء ۲۱ : ۷۳، (۲) قرآن سورۃ المزمل ۷۳ : ۲۰

(۳) قرآن سورۃ الحج ۲۲ : ۴۱ (۴) قرآن سورۃ التوبہ ۹ : ۱۰۳

(۵) قرآن سورۃ التوبہ ۹ : ۶۰ (۶) ملاحظہ ہو کتب الاموال از ابو عبید القاسم بن سلام دو جلدیں، کتاب الخراج از امام ابو یوسف کتاب الخراج از امام یحییٰ بن آدم۔

(۷) قرآن سورۃ الانعام ۶ : ۱۴۲ -

(۸) ابو یوسف، کتاب الخراج مطبع قاہرہ ۱۳۰۲ھ ص ۳۲

(۹) قرآن سورۃ البقرۃ ۲ : ۲۶۷

(۱۰) صحیح البخاری، کتاب الزکوٰۃ باب ۵۵، سنن ابن ماجہ، کتاب الزکوٰۃ باب صدقۃ الزروع والثمار

(۱۱) صحیح البخاری کتاب الزکوٰۃ باب ۷۴ -

(۱۲) الہدایہ ج اول ص ۴۰۱ ۔

(۱۳) کتاب الاموال، ابوعبید القاسم بن سلام (اردو ترجمہ) ج دوم ص ۳۶۸ ۔

(۱۴) صحیح البخاری (طبع دہلی ۱۹۳۸ء) ج اول ص ۱۸۸ ۔

(۱۵) ابو یوسف، کتاب الخراج (طبع بولاق، ۱۳۰۲ھ) ص ۴۵ ۔

(۱۶) قرآن سورۃ البقرۃ ۲ : ۲۶۸ ۔

(۱۷) قرآن ایضاً ۔

(۱۸) قرآن سورۃ التوبہ ۹ : ۱۰۳

(۱۹) مشکوٰۃ المصابیح ، باب العمل فی القضا

(۲۰) تاریخ طبری (مطبع حسینیہ، مصر) جلد پنجم ص ۲۳ ۔

(۲۱) کتاب الاموال، ابوعبید القاسم بن سلاّم ، (اُردو ترجمہ) ج اول صفحہ ۳۲۵ ۔

(۲۲) قرآن سورۃ النحل ۱۶ : ۱۲۵ ۔

(۲۳) قرآن سورۃ النساء ۴ : ۱۳۶ ۔

(۲۴) ابو داؤد ، سنن ابی داؤد ، کتاب الزکوٰۃ ، ابن ماجہ، سنن ابن ماجہ ، کتاب التجارات باب بیع المزایدۃ، ص ۴۰، ، المنذری، حافظ ابو محمد ذکی الدین عبدالعظیم بن عبدالقوی، الترغیب والترھیب ، کتاب البیوع، الترغیب فی الاکتساب بالبیع ۱۳۸۱/۱۹۶۱

(۲۵) محمد بن اسماعیل البخاری، صحیح البخاری (طبع نور محمد اصح المطابع ، ۱۳۸۱ھ - ۱۹۶۱ء) جلد اوّل، کتاب الجہاد، ص ۴۲۳ ۔